ڈاکٹر نشاں زیدی
B-63/S-2, DLF Colony, Ghaziabad, UP

رسالہ تاریخ ادب اردو: ایک مطالعہ

اردو زبان وادب کے فروغ وترقی میں اوراس کی ترویج واشاعت میں اردو رسائل وجرائد کا اہم رول رہا ہے۔ان رسائل وجرائد نے نہ صرف زبان کی آبیاری کی ہے بلکہ ادب کو نئی سمت رفتار عطا کی ہے۔رسالہ ''تاریخ ادب اردو'' بھی اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے۔

سہ ماہی ''تاریخ ادب اردو''ایک بین الاقوامی پیر ریویو،ریفریڈ جرنل ہے، جو 2019 میں دہلی سے نکلنا شروع ہوااورابتداء سے ہی ادبی حلقوں میں شناخت بنانے میں کامیاب رہا۔اس کے سرپرست پروفیسر ارتضیٰ کریم اورمدیر ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا ہیں۔ عالمی سطح پر ادبی تنقید، تحقیق ، نئے رجحانات اورافکارات پر مشتمل معیاری اور حوالہ جاتی مضامین کواس رسالہ میں ترجیح دی جاتی ہے، جو ریسرچ اسکالراورادب کے سنجیدہ قارئین تک تحقیقی اور معلوماتی موادکی فراہمی میں معاون ہوتے ہیں۔ اردوادب میں نئی تحقیق وجستجو اور نئے طریقہ کارکوفروغ دینااس ادبی جریدے کا اہم مقصد ہے۔متنوع موضوعات کی وجہ سے عام قارئین سے اپنارشتہ قائم کرنے میں یہ رسالہ کامیاب ہے۔کسی بھی رسالے کو کامیاب بنانے میں مدیراور ادارتی ٹیم کا اہم کردار ہوتا ہے اسی کی محنت وکاوش سے رسالے کا معیاراوروقار قائم رہتا ہے۔''تاریخ ادب اردو'' کے سرپرست اردو کے مشہورنقاداور محقق دہلی یونیورسٹی شعبۂ اردو کے استاد پروفیسر ارتضیٰ کریم ہیں۔ارتضیٰ کریم اردو تحقیق وتنقید کا ایک معتبر نام ہے جو طویل عرصے سے ادب کے میدان میں نا قابل فراموش خدمات انجام دے رہے ہیں۔انھوں نے صدر شعبۂ اردواور ڈین فیکلٹی آف آرٹس کے فرائض بھی بحسن وخوبی انجام دیے ہیں اورقومی کونسل برائے فروغ اردو کے ڈائریکٹر بھی رہ چکے ہیں۔علاوہ ازیں کلاسکی ادب اور جدید ادب دونوں پران کی

گہری نظر ہے۔ان کی اہم کتابوں میں ''اردو فکشن کی تنقید''،''مابعد جدیدیت اور پریم چند''،''موضوعات''، ''مطالعات''، ''آغا حشر عہد اور ادب''، ''انتظار حسین ایک دبستان''، ''قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ''، ''اردو ادب احتجاج اور مزاحمت کے رویے''،''جدید تنقید کا منظر نامہ''،''اردو افسانے میں بیانیہ کا احیا'' اور ''اردو میں پاپولر لٹریچر'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔''تاریخ ادب اردو'' کو کامیاب بنانے میں پروفیسر ارتضیٰ کریم کا اہم رول ہے خصوصاً اس رسالے کو یو جی سی کیئر لسٹ میں شامل کرنے کے لیے انہوں نے بہت کوشش کی۔جیسا کہ اس رسالے کے مدیر اداریہ میں لکھتے ہیں:

> ''پروفیسر ارتضیٰ کریم کی رہنمائی میں ہمارا رسالہ صف اول میں شمار ہونے لگا ہے۔ان کی اردو زبان و ادب سے والہانہ محبت کی وجہ سے رسالے کی زبان میں نکھار آ رہا ہے۔ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے قارئین پروفیسر ارتضیٰ کریم کی رہنمائی میں نکلنے والے اس رسالے سے مستفید ہوں گے اور اپنے ادبی ذوق کی تکمیل کریں گے۔''

(تاریخ ادب اردو جلد۔3،شمارہ۔4(اکتوبر تا دسمبر 2021)،ص۔5)

رسالے کو کامیاب بنانے میں جہاں رسالے کے سرپرست کی محنت اور لگن درکار ہوتی ہے وہیں مدیر کی قابلیت بھی رسالے کو معیار و وقار عطا کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔''تاریخ ادب اردو'' کے مدیر پروفیسر یحییٰ صبا کا شمار محقق ادیب اور ایک اچھے استاد میں ہوتا ہے۔ان کی اس علمی کاوش نے نہ صرف انہیں ادبی دنیا میں ایک مقام و مرتبہ عطا کیا ہے بلکہ انہوں نے قارئین ادب کے لیے ایسی سرمایہ کاری کی ہے، جو ہمیشہ اردو ادب کے تشنہ لب کے لیے سیرابی کا سبب بنے گی۔پروفیسر یحییٰ صبا کا تعلق ارریہ ضلع میں جوکی بلاک کے مہدیا گاؤں سے ہے۔اعلیٰ تعلیم دہلی یونیورسٹی سے حاصل کی ،اب وہ دہلی یونیورسٹی کے کروڑی مل کالج کے شعبۂ اردو میں پروفیسر کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ان کی اب تک چھ کتابیں ''آغا شاعر کی ناول نگاری''،''ادبی مقالات''،''ادبی شخصیات''،''ادبی تجزیات''،''ادبی مناظرات'' اور ''جمیل جالبی: محقق و مؤرخ'' منظر عام پر آ چکی ہیں۔کتابوں کے علاوہ ادبی نوعیت کے مضامین بھی اعلیٰ پائے کے ادبی رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ان کی تحریروں میں گہرائی اور گیرائی ہوتی ہے،

جو قاری کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب رہتی ہے۔علاوہ ازیں وہ ان موضوعات کو بھی اپنی تحریر کے لیے منتخب کرتے ہیں جن پر بہت کم لکھا گیا ہے یا پھر اہل قلم نے توجہ نہیں دی ہے۔حقانی القاسمی اپنی کتاب ''رینو کے شہر میں'' پروفیسر تکی صبا کی تحریر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''تکی صبا کا ذہن کئی جہتوں میں متحرک ہے۔کلاسیکی ادبیات کی تفہیم کے ساتھ جدید ادب کی تعبیر بھی ان کے تنقیدی عمل میں شامل ہے۔جدید وقدیم ادب سے آگہی نے ان کی تنقیدی نظر کو منور کیا ہے۔اردو زبان وادب کی مجموعی صورت حال کا انہیں گیان ہے اور وہ ادب کو عمرانیاتی اور سماجیاتی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ادب کے تاریخی سروکار کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

تکی صبا کی تحریر میں ابہام یا اہمال نہیں ہے بلکہ فطری سادگی اور سلاست ہے۔ ان کے ذہن میں جو جذبات خیالات موجزن ہوتے ہیں انہیں بغیر کسی تصنع اور تکلف کے پیش کر دیتے ہیں۔وضاحت اور سادگی کے اعتبار سے ان کی تحریریں آج کے ان ارسطوؤں سے الگ ہیں جولسانی اور فکری کنفیوژن یا کنورژن کے شکار ہیں اور جن کے لیے خود اپنی تحریر کی تفہیم بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔تکی صبا میں جذب وانجذاب کی قوت ہے۔ان کی ہر تحریر پر ان کی اپنی زبان کا اثر نظر آتا ہے،کسی اور تحریر کا گمان نہیں گزرتا۔جبکہ آج کے دور کی بیشتر تنقیدیں ارسطو،افلاطون،ایلیٹ کی تحریر کردہ نظر آتی ہیں۔تکی صبا نے اپنی تحریروں کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے کہ مانگے کے اجالے سے اپنی سوچ اور اپنی زبان زیادہ بہتر ہوتی ہیں۔ویسے صبا کی زبان مروق اور مصفیٰ ہوتی ہے۔

(رینو کے شہر میں از حقانی القاسمی،ص۔225،سنہ اشاعت 2007،ادارہ دعوۃ القرآن،مقام وپوسٹ،ڈوبا،ضلع ارریا(بہار)

کسی بھی رسالے کو منظر عام تک لانے میں بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔رسالے کے ادارتی ٹیم میں ایسے فرد بھی ہوتے ہیں جو پوری لگن اور محنت سے رسالے کو لفظ بہ لفظ پڑھ کر اس کے معیار کو بڑھانے میں ساتھ دیتے ہیں۔اس رسالے کے مینیجنگ ایڈیٹر ڈاکٹر واثق الخیر پوری

جانفشانی سے اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مضامین کا انتخاب، اس کی ترتیب عمدہ ہو اور مضامین میں جملے کی ساخت اور املا کی غلطی بالکل نہ ہو۔ جیسا کہ رسالے کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔

''تاریخ ادب اردو'' کی یہ خصوصیت ہے کہ اس رسالے میں ایسی شخصیات کو ترجیح دی جاتی جن کی حیات وخدمات پر کم لکھا گیا ہے اور ان کی خدمات سے عام قاری واقف نہیں ہے۔ اس رسالے کے مطالعے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ واقعی حاشیے میں رہنے والوں نے اردو ادب کی خاموشی سے خدمات کی ہیں اور انہوں نے اپنی خدمات کا کوئی ڈنکا نہیں پیٹا ہے۔ انہی حاشیائی ادیبوں میں ایک اہم نام زبیر الحسن غافل کا ہے جس پر ''تاریخ ادب اردو'' نے خاص نمبر (جولائی تا ستمبر 2021) ترتیب دیا ہے۔ زبیر الحسن غافل کا تعلق صوبہ بہار کے ارریا شہر کے کملد اہا گاؤں سے ہے۔ وہ پیشے سے منصف تھے۔ لیکن ان کو شاعری کا بے حد شوق تھا اور انہوں نے سماجی مسائل کو اپنی نظموں میں پیش کیا ہے۔ 2006 میں ان کا شعری مجموعہ ''اجنبی شہر'' منظر عام پر آیا جسے اہل ذوق نے خاصہ پسند کیا۔ ''تاریخ ادب اردو'' میں زبیر الحسن غافل کی شخصیت اور فن پر گیارہ مضامین شامل ہیں اور سوانحی خاکہ بھی ہے جس سے قارئین زبیر الحسن کی شخصیت کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔ پہلا مضمون پروفیسر صفدر امام قادری کا ''زبیر الحسن غافل: ایک سنجیدہ ظریف'' ہے، جس میں مضمون نگار نے زبیر الحسن کی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا ہے کہ ''زبیر الحسن کی شہرت اگرچہ ان کی ظریفانہ شاعری کے سبب ہوئی اور ایک عالم انہیں اسی حیثیت سے پہچانتا بھی ہے مگر وہ اول وآخر ظرافت نگار نہیں ہیں۔ ان کی ظرافت میں بھی حالات اور مضامین کے تئیں جو سنجیدگی دکھائی دیتی ہے، اس سے واضح اشارے ملتے ہیں کہ وہ فکر ودانش کی بنیاد پر وقوعات کو دیکھنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔'' مضمون نگار نے اپنی بات واضح کرنے کے لیے زبیر الحسن کے اشعار بھی نمونے کے وطور پر پیش کیے ہیں اور ان کی شاعری کے تناظر میں اردو کے تئیں بے لوث محبت کو سراہا ہے:

> ''زبیر الحسن غافل کا خانوادہ سماجی اور معاشی ترقی سے دور تھا اور وہ بہار کے ایسے خطے سے آتے تھے جسے کم ترقی یافتہ کہا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اپنے بزرگوں کی بنائی ہوئی اور کمائی ہوئی تہذیبی دولت کو سنبھالنے میں کامیاب ہوئے، ورنہ ان کا پیشہ اور دائرہ کار ہرگز اس بات کے مواقع نہیں دے سکتے

تھے کہ وہ اپنی مادری زبان اور شعروادب کی خدمت کرسکیں۔قانون کا پڑھنا اور قانون کی رو سے فیصلے کرناان کے لیے اتنے بڑے کام تھے کہ وہ سچے ذوق کے پروردہ نہیں ہوتے تو اردو کہیں ان کے قریب بھی نظر نہیں آسکتی تھی۔''

دوسرا مضمون ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی کا ہے جس میں انہوں نے زبیرالحسن غافل کے شعری مجموعے ''اجنبی شہر'' کے حوالے سے بات کی ہے اور بتایا ہے کہ شاعر کا مشاہدہ بہت گہرا ہے اور اس کے مزاح میں فطری مزاح کا پہلو پایا جاتا ہے جو فکر کی بنیاد پر طنز کے نشتر کو مقصدی اور افادی بنادیتا ہے۔

''دور حاضر کے مسائل جنہوں نے معاشرتی زندگی میں ایک بحران پیدا کررکھا ہے ان کا تجزیہ غافل کی شاعری میں بڑے فنکارانہ انداز میں ملتا ہے اور یہ تجزیہ صرف نشتر ہی نہیں لگاتا بلکہ ذہن کو اصلاح حال کی طرف متوجہ بھی کرتا ہے۔شاعر نے حیات اور معاشرے کی بے اعتدالیوں پر ناقدانہ نگاہ ڈالی ہے اور ان پر جی کھول کر قہقہہ لگایا ہے۔اس عمل میں خود ہم اور ہمارا معاشرہ بے نقاب ہورہے ہیں۔اپنے ہی زخموں کو کرید کر قہقہہ لگانا بڑے دل گردے کی بات ہے،مگر شاعر میں یہ جرأت ہے۔''

ڈاکٹر اجے مالوی نے ''زبیرالحسن غافل کی شعری کائنات'' کے عنوان سے مضمون لکھا ہے جس میں مجموعی طور پر زبیرالحسن کے فن شاعری پر بات کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ زبیرالحسن غافل پیدائشی شاعر ہیں۔شاعر کے فن کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

''زبیرالحسن غافل نے اپنے شعری آئینہ خانے میں زندگی کے نت نئے تجربات اور مشاہدات اور زندگی کی رنگارنگی کو شعری پیکر میں ڈھال کر بڑی خوش اسلوبی اور ہنرمندی کے ساتھ قارئین اور سامعین کے سامنے پیش کیا ہے۔ان کے شعری آئینہ خانے میں طنز ومزاح کی چاشنی اور سنجیدہ فکر کی آمیزش بھی ہے۔''

''اجنبی شہر:منتشر حالات کا کولاژ'' ساحر داؤدنگری کا مضمون ہے،جس میں انہوں نے مضمون کی ابتداء میں اقبال اور غالب کے شعری افق پر بات کرتے ہوئے زبیرالحسن کی شاعری کا جائزہ لیا ہے اور زبیرالحسن کی شاعری کو دو انتہاؤں کے درمیان کی شاعری بتایا ہے۔ساحر داؤدنگری لکھتے ہیں:

''زبیرالحسن غافل کے شعری مجموعے اجنبی شہر کا مطالعہ کرتے ہوئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ غافل کی شاعری دراصل دو انتہاؤں کے درمیان ہے ایک طرف غافل اپنے حالات، سیاست، معاشرے میں آنے والی تبدیلیوں سے آگاہ ہیں تو دوسری جانب زمان ومکان کے فلسفہ کا تعاقب کرتے ہوئے وہ شعری بہاؤ میں قاری کو دور تک لے جاتے ہیں۔''

سمیع الدین خلیق نے اپنے مضمون میں زبیرالحسن غافل کو ایک عوامی شاعر قرار دیا ہے اور مثال کے طور پر ان کے وہ اشعار کوڈ کیے ہیں جس میں شاعر نے عوام کے مسائل کو پرویا ہے۔ عبدالغنی نے اپنے مضمون ''طنز ومزاح کا معتبر حوالہ زبیرالحسن غافل'' کے تحت ذکر کیا ہے کہ زبیرالحسن غافل طنز ومزاح کے پردے میں سماجی کرب کا برملا اظہار کرتے تھے۔ محمد مبشر عالم نے زبیرالحسن کی شاعری میں حسن ظرافت کو تلاش کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد یحیٰ صبا کا مضمون بھی اہم ہے، جس میں انہوں نے زبیرالحسن کو سماجی درد کا شاعر قرار دیا ہے ساتھ ہی اس پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ زبیرالحسن کی شاعری میں سماجی درد کی وجہ کیا ہے۔ وہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''منصف کی ملازمت کے دوران چونکہ ان کا واسطہ لوگوں کی زندگی کے مسائل سے رہا ہے۔ وہ طرح طرح کے مسائل کو دیکھ رہے تھے کہ لوگ اس سے کیسے جوجھ رہے ہیں، ایسی حالت میں انہوں نے زندگی کو قریب سے سمجھا۔ سماج میں پھیلے ہوئے درد کا احساس انہیں خوب ہوا۔ وہ اپنے دل کی بے چینی کو دور کرنا چاہتے تھے۔ شاعری ہی وہ ذریعہ ہے جس میں انسان اپنے درد کا اظہار بہت اچھے انداز میں کرسکتا ہے۔ ویسے بھی ان کا شوق شعروشاعری کرنا ہی تھا اس لیے انہوں نے زندگی کو شاعری کے قلب میں اتارنا شروع کردیا۔''

ڈاکٹر محمد محسن نے اپنے مضمون ''زبیرالحسن غافل اور طنز ومزاح'' میں جہاں شاعر کے سوانحی حالات پر روشنی ڈالی ہے وہیں ان کی شاعری کی انفرادیت کا بھی جائزہ لیا ہے، اور ان نظموں کی نشاندہی بھی کی ہے جس میں طنز ومزاح کا عنصر پایا جاتا ہے۔ وہ زبیرالحسن غافل کی نظم ''چارہ گر'' کے موضوع کے بارے میں لکھتے ہیں:

''نظم چارہ گرزبیرالحسن غافل کی نظموں میں سے ایک نمایاں نظم ہے۔ چارہ گرگھوٹالہ ریاست بہار کے چہرے پرایک بدنماداغ ہے،جس کی لپیٹ میں بہت سارے سیاست داں آئے۔دلتوں اوراقلیتوں کے مسیحا کہے جانے والےایک سیاسی لیڈر پر جب یہ الزام لگاتو نہ صرف ریاست بہار بلکہ پورے ملک میں اس کی گونج سنائی دی۔''

نظم''چارہ گر''کےاشعار بھی کوڈ کیے ہیں۔

یہ مویشی کے مسیحا یہ طبیب جانور
کھا گئے چارہ انہیں کا جن کے تھے یہ چارہ گر
زور سے اپنے قلم کے پہلے پھیلائی وبا
پھر چکتسا کے لیے مانگی حکومت سے دوا
جو دوائیں دی گئی تھیں جانور کے واسطے
ان کو بھی بازار میں یہ بیچ کر سب کھا گئے

علاوہ ازیں مضمون نگار نے شاعر کی دیگر نظموں کے موضوعات سے بھی قاری کو روشناس کرایا ہے۔ڈاکٹر واثق الخیر نے''اجنبی شہر کا بےباک شاعر زبیرالحسن غافل'' کے تحت زبیرالحسن غافل کو کلاسیکی شعراء کی صف میں کھڑا کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ'' آج کیوں اجنبی یہ شہر مجھے لگتا ہے'' زبیرالحسن کے شعر کا یہ مصرعہ ان کی پوری شاعری کا نچوڑ ہے۔ڈاکٹر واثق الخیر زبیرالحسن غافل کی شاعری کی خوبیوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''زبیرالحسن غافل اپنی شاعری کو صرف لطف اندوزی کا حصہ نہیں بننے دینا چاہتے ہیں بلکہ وہ اپنی شاعری کے ذریعہ قوم وملت اور سماج کی نمائندگی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔''

اس رسالے کی ایک خوبی یہ بھی کہ اس میں جہاں اساتذہ کے مضامین ہیں وہیں ریسرچ اسکالر کے مضامین کو بھی جگہ دی گئی ۔خان محمد رضوان دہلی یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر ہیں ان کا مضمون بھی معلوماتی ہے،انہوں نے اپنے مضمون کی ابتداءزبیرالحسن کے اس شعر سے کی ہے۔

میں جانتا ہوں تمہارا وعدہ فریب ہے
مگر ہمارا بھی ظرف دیکھو فریب کھا کر بہل گئے ہیں

محمد رضوان خان نے اس شعر کی روشنی میں شاعر کے فن شعر پر بھر پور بات کی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ شاعر نے اپنی شاعری میں سوز جگر سوزش جگر دونوں کو سمو کر رکھ دیا ہے۔

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ''تاریخ ادب اردو'' میں شامل مضامین میں زبیر الحسن غافل کی شاعری کے بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے جس سے زبیر الحسن کی شاعری کے بارے خاصی معلومات حاصل کی جا سکتی ہے۔ مضامین کے علاوہ زبیر الحسن غافل کی شخصیت اور فن پر اہل علم و دانش کے تاثرات بھی دئے گئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زبیر الحسن غافل اردو کے سچے شیدائی اور خادم تھے اور وہ کسی شہرت کے متمنی نہیں تھے بلکہ خاموشی سے اردو کی خدمت کرتے رہے۔ اور انہوں نے ایک اہم اور ذمہ دار منصب پر فائز رہتے ہوئے اردو ادب کی خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں ''تاریخ ادب اردو'' میں زبیر الحسن کا منتخب کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ سہ ماہی رسالہ ''تاریخ ادب اردو'' ایک اہم مجلّہ ہے اور اپنی خصوصیت کے باعث ہی یو جی سی کی کیئر لسٹ میں شامل ہے۔ یہ نہ صرف عام قاری کے لیے بلکہ طلباء اور ادباء کے لیے بھی مفید ہے۔ طلباء خاص طور پر اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ اس رسالے کے ذریعہ آئندہ بھی اہم شخصیات کے بارے میں ہمیں معلومات حاصل کرنے کا موقع فراہم ہوگا۔

☆☆☆☆☆

ماخذ۔

۱۔ تاریخ ادب اردو جلد۔ 3، شمارہ۔ 4 (اکتوبر تا دسمبر 2021)
۲۔ رینو کے شہر میں از حقانی القاسمی، ص۔ 225، سنہ اشاعت 2007، ادارہ دعوۃ القرآن، مقام و پوسٹ، ڈوبا، ضلع ارریا (بہار)
۳۔ تاریخ ادب اردو جلد۔ 3، شمارہ۔ ۳ (جولائی تا ستمبر 2021)